پروفیسر ساجد میر ایم اے

قسط نمبر ۱۸

فقہ الحدیث

موزوں اور جرابوں پر مسح

مسح کیسے اور کہاں کیا جائے

مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے[1]:

ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم مسح اعلی الخف واسفلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے کے اوپر بھی مسح کیا اور نیچے بھی۔

اس کے برعکس حضرت علی فرماتے ہیں[2]:

لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یمسح علی ظاہر خفیہ

کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا تو موزے کا نچلا حصہ بالائی حصے کی نسبت مسح کا زیادہ مستحق ہوتا حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ موزے کے بیرونی (بالائی) حصے ہی پر مسح فرماتے تھے۔

پہلی حدیث کے متعلق حافظ ابن حجرؒ وغیرہ ائمہ حدیث فرماتے ہیں:

فی اسنادہ ضعف — کہ اس کی سند کمزور ہے

اور دوسری کے متعلق ان کا فیصلہ ہے کہ یہ عمدہ اسناد (باسناد حسن) سے روایت کی گئی ہے۔ البتہ امام مالکؒ اور شافعیؒ نے نچلے حصہ کے مسح کو مستحب قرار دیا ہے[3] جبکہ وہ بالائی حصہ کے

---

[1] ترمذی، ابوداؤد [2] ابوداؤد [3] بلوغ المرام محشی طبع فاروقی [4] ہدایہ ص 19

مسح کو مسنون ہی سمجھتے ہیں۔ نواب صدیق حسنؒ اس باب میں مختلف ائمہ کے مسلک کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:۔

مسح اعلی الخف فرض و مسح اسفله سنة عند الشافعی و قال ابو حنيفة لا يمسح الا الاعلى

کہ امام شافعی کے نزدیک موزے کے بالائی حصے کا مسح فرض اور نچلے کا سنت ہے اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ صرف اوپر والے حصہ کا مسح کیا جائے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ:۔

غاية الامر ان النبی صلی الله علیه وسلم مسح تارة علی باطن الخف و ظاهره و تارة اقتصر علی ظاهره

زیادہ سے زیادہ (یہ کہا جا سکتا ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تو موزے کے اوپر اور نیچے دونوں جگہ مسح کیا ہے اور کبھی صرف اس کے ظاہری یعنی بالائی حصہ پر۔

اس طرح مندرجہ بالا دونوں حدیثوں پر ایک طرح کی تطبیق ہو جاتی ہے مگر درست یہی ہے کہ سند کے لحاظ سے حضرت علیؓ کی روایت قابل ترجیح ہے اور اس سے صرف بالائی حصہ پر مسح ہی ثابت ہوتا ہے۔

مسح کرنے کے طریقے سے متعلق جو جزئی تفصیلات بعض اہل فقہ بیان کرتے ہیں۔ ان کی حدیث میں کوئی اصل نہیں۔ اس کے لیے بس سر کے مسح کا عام طریق اختیار کیا جائے اور پانی سے ہاتھ تر کر کے دایاں ہاتھ دائیں پاؤں پہ پہنے ہوئے موزے کے اوپر اور بایاں ہاتھ یا اس کی انگلیاں بائیں موزے پر پھیر لیا جائے تو کافی ہے۔

مسح کی مدت

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:۔

جعل النبی صلی الله علیه وسلم ثلاثة ایام ولیالیهن للمسافر و یوما و

۱؎ روضہ ص۲۹ ۲؎ نیل الاوطار، طبع قدیم ۱: ۱۸۰ ۳؎ صحیح مسلم

لیلۃ للمقیم یعنی فی المسح علی الخفین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح خفین کے سلسلہ میں تین دن رات کی مدت مسافر کے لیے اور دن رات کی مقیم کے لیے مقرر کی ہے۔

اس کی تائید صفوان بن عسال اور ابوبکرہ کی روایات سے بھی ہوتی ہے جو ترمذی، دار قطنی وغیرہ میں ہیں۔ ابوداؤد میں ابی بن عمارہ سے ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "ثلاثۃ ایام وما شئت" (یعنی تین دن سے زیادہ جتنے دن بھی چاہو، مسح کرنے کی اجازت دی۔ اسی لیے امام مالک کہتے ہیں:[1]

"جب تک موزے نہ اتارے جائیں ان پر مسح ہو سکتا ہے۔"

نوویؒ نے شرح المہذب میں اس حدیث کے ضعف پر ائمہ حدیث کا اتفاق نقل کیا ہے۔ اس لیے مدت کی مندرجہ بالا تحدید ہی درست ہے ــــــ مگر سوال یہ ہے کہ یہ مدت کب سے شروع ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کے تین مسلک ہیں:[2]

۱۔ باوضو ہو کر موزے پہننے کے وقت سے

۲۔ حدث یعنی باوضو ہو کر موزے پہننے کے بعد پہلی مرتبہ بے وضو ہونے کے وقت سے۔

۳۔ پہلی مرتبہ مسح کرنے کے وقت سے۔

بقول امام نوویؒ اکثر علماء کی رائے دوسرے مسلک کے حق میں ہے مگر حدیث مسلم کے مندرجہ بالا الفاظ یعنی فی المسح علی الخفین (یعنی اس مدت کی تحدید خفین پر مسح کرنے کے لیے مقرر کی ہے) اور ابوبکرہ[3] کی مندرجہ ذیل روایت کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کیا جائے تو تیسرے مسلک کی تائید ہوتی ہے:

رخص للمسافر ثلاثۃ ایام ولیالیھن وللمقیم یوما ولیلۃ اذا تطھر فلبس خفیہ ان یمسح علیھما

آپ نے مسافر کو تین دن رات اور مقیم کو ایک دن رات کی رخصت دی کہ اگر وہ

---

[1] بدایہ ص۲؎ [2] فقہ السنہ [3] رواہ الدارقطنی

باوضو ہو کر موزے پہن لے تو اتنی مدت ان پر مسح کر سکتا ہے۔

یعنی مدت جو مقرر ہے وہ مسح کرنے کے عمل کے لیے ہے اور اسی لحاظ سے اس کی ابتدا کا شمار ہوگا۔ علامہ شوکانیؒ نے حافظ ابن عبد البرؒ سے نقل کیا ہے:۔

لا یجوز المسح للمقیم اکثر من خمس صلوات یوم و لیلۃ و لا یجوز للمسافر اکثر من خمس عشرۃ صلوۃ ایام و لیالیھا۔

مقیم کے لیے دن رات کی پانچ اور مسافر کے لیے تین دن رات کی پندرہ نمازوں سے زیادہ کا مسح جائز نہیں۔

مگر حدیث میں نمازوں کی تعداد کے لحاظ سے نہیں بلکہ دن رات کے لحاظ سے مدت مقرر کی گئی ہے مثلاً ایک شخص ظہر کے وقت پورا وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اور موزے وغیرہ پہن لیتا ہے۔ پھر اسی وضو سے عصر اور مغرب کی نمازیں پڑھتا ہے اور مغرب کے بعد اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اب وہ عشاء کے وقت وضو کرے گا تو اسے اختیار ہے کہ موزے اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لے۔ یہ اس کا پہلا مسح ہے۔ اگر وہ چاہے اور موزے نہ اتارے تو اگلے دن عشاء (یا بقول حافظ ابن عبد البرؒ و علامہ شوکانیؒ وغیرہ) مغرب تک ان پر مسح کر سکتا ہے۔ البتہ غسل جنابت کی صورت میں اسے موزے اتارنا ہوں گے۔

مسح جوربین کی مزید تحقیق

خفین یعنی چمڑے کے موزوں پر مسح کے جواز پر تو جمہور اصحاب الحدیث و اہل سنت فقہاء کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:[2]

القول المشھور انہ جائز علی الاطلاق و بہ قال جمھور فقہاء الامصار

مسح خفین کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ وہ مطلقاً (سفر و حضر) صحت

---

[1] نیل الاوطار ۱/۱۸۲ [2] بدایۃ المجتہد ۱/۱۸

دیباری وغیرہ میں) جائز ہے اور مختلف شہروں اور علاقوں کے عام فقہاء اسی کے قائل ہیں۔

مگر کیا مسح کی یہ رخصت اونی اور سوتی (وغیرہ) جرابوں کو بھی شامل ہے؟ اس سوال پر مسح خفین کے قائلین کی تین رائیں ہیں۔

۱۔ جرابوں پر مسح تب جائز ہے جب وہ "مجلد" ہوں یعنی ان کے نیچے اور اوپر چمڑا لگا ہو یا کم از کم منعّل ہوں یعنی ان کے نیچے چمڑا ہو۔

۲۔ جرابیں اگر خاصی موٹی ہوں تو وہ بھی خفین کی طرح شمار ہوں گی اور ان پر مسح جائز ہوگا

۳۔ ہر قسم کی پتلی اور موٹی جرابوں پر مدتِ مقررہ تک مسح ہو سکتا ہے جبکہ انہیں باوضو ہو کر پہنا گیا ہو۔

پہلا مسلک امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا ہے جس سے کم از کم امام ابو حنیفہؒ نے دوسرے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

دوسرا مسلک صاحبین ابی حنیفہ (امام ابو یوسفؒ و محمدؒ) امام شافعیؒ و احمدؒ کا ہے تیسرے قول کے قائلین میں حافظ ابن تیمیہ کا نام نامی نمایاں ہے۔[1]

اس سلسلہ میں محتاط طبائع کے لیے سلامتی کی راہ تو دوسرے مسلک میں ہے۔ مگر اس میں ایک تو بعض بزرگوں نے کچھ بلا جواز سی شدتیں اختیار کر لی ہیں اور دوسرے جرابوں کی موٹائی کی کوئی تسلی بخش حد مقرر نہیں کی گئی۔ مثلاً مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا ہے:[2]

"اگر جرابیں اون اور سوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں پس وہ چمڑے کا حکم رکھتی ہیں اور ان پر مسح جائز ہے"

ایسی جرابیں تلاش کرنا تو مشکل نہیں جن کی موٹائی چمڑے کی عام موٹائی جتنی ہو مگر چمڑے جیسی سخت اونی و سوتی جرابیں کہاں سے آئیں گی؟

---

[1] طحاوی ۱: ۵۹، شرح وقایہ، تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صـ۱۰۲

[2] فتاوی مولانا عبدالجبار غزنوی بحوالہ فتاوی علمائے حدیث (کتاب الطہارۃ) صـ۹۹

اور اس "سختی" کے ضروری ہونے کی دلیل کیا ہوگی ؟ اگر خفین پر قیاس ہی کرنا ہے تو خفین کی سختی اور موٹائی کو کیوں معیار بنایا جائے اور ان کی اصل حیثیت یعنی ان کے لفافۃ الرجل (پاؤں ڈھانپنے کا ذریعہ) ہونے کو کیوں نہ پیش نظر رکھا جائے ؟

حافظ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی[1] میں دوسرے مسلک (موٹی جرابوں پر مسح کے جواز) کے حق میں اور تیسرے قول (پتلی جرابوں پر مسح کی تردید میں مفصل بحث فرمائی ہے مگر اس مسئلہ پر حافظ صاحب موصوف کی زیادہ مدلل اور نفیس بحث فتاوی نذیریہ[1] میں موجود ہے جہاں وہ فرماتے ہیں کہ :۔

"عام جرابوں پر مسح کے حق میں حدیث مرفوع ، فعل صحابہ اور قیاس سے کام لیا جاتا ہے مگر یہ تینوں قسم کے دلائل خدشات سے خالی نہیں :۔

۱۔ کیونکہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی ۔

۲۔ ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق تیرہ جلیل القدر صحابہ بشمول حضرت علیؓ ، ابن عمرؓ ، بلالؓ ، انسؓ ، ابومسعود انصاریؓ کا جوربین پر مسح ثابت ہو چکا ہے مگر یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں اختلاف ممکن ہے ——— اور

۳۔ قیاس سے اس لیے کام نہیں لیا جا سکتا کہ جوربین کو خفین پر قیاس کرنے کے لیے جس علت جامعہ کی ضرورت ہے وہ منصوص و قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے ۔

متاخرین میں سے شام کے مفسر و محدث علامہ جمال الدین القاسمی نے اپنے علمی رسالہ "مسح الجوربین" میں ان اعتراضات کا مفصل تحقیقی جواب دیا ہے جس کے اہم نکات کا خلاصہ قدرے ترمیم و اضافہ کے ساتھ پیش خدمت ہے :۔

۱۔ ابوداؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ میں مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں وارد ہے :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ و مسح علی الجوربین و النعلین

---

[1] ا : ۱۰۰ ۔ ۱۰۱ [1] طبع قدیم ۱ : ۱۹۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے دوران جورابوں اور (تبعاً) جوتوں پر مسح فرمایا
اس حدیث پر مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ سے عام روایات میں تو صرف خفین کا ذکر ہے مگر سفیان عن ابی قیس عن ہذیل کے طریق میں جوربین کا ذکر ہے اس لیے یہ طریق شاذ اور مخالفِ ثقات ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ الشذوذ لیس علة قادحة فی صحة المروی مطلقا یعنی شذوذ کی روایت کی صحت کے لیے مستقل و بالاطلاق علتِ قادحہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ تدریب الراوی میں ہے:

فان لم یخالف الراوی بتفردہ غیرہ وانما روی امرا لم یروہ غیرہ
فان کان عدلا حافظا موثوقا بضبطہ کان تفردہ صحیحا

یعنی اگر راوی اپنے تفرد کے ساتھ کسی دوسرے کا خلاف نہیں کرتا بلکہ ایسی روایات کرتا ہے جو دوسرے نے بیان نہیں کی تو اگر وہ متفرد راوی عادل، حافظ، ضابط ہو تو اس کا تفرد صحیح ہوگا۔

گویا ان دو روایات میں زیادہ سے زیادہ صحیح اور اصح کا فرق ہوگا نہ کہ ضعیف اور صحیح کا۔

۲۔ یہ درست ہے کہ اس حدیث کی تضعیف سفیان ثوریؒ احمدؒ علی بن مدینیؒ اور بیہقیؒ سے منقول ہے مگر اس کے لیے ان کی بنیادی حجت شذوذ ہی ہے جو مستقل وجہِ ضعف نہیں۔ جہاں تک رواۃِ حدیث کا تعلق ہے وہ ضعیف نہیں ہیں۔ ان کی توثیق ابن معین اور عجلی نے کی ہے اور ان دونوں سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں دونوں کے اتفاق کی صورت میں کی ہے۔[۱]

۳۔ ابو داؤدؒ نے اس روایت پر سکوت کیا ہے اور ترمذی و ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے مخالفین کہتے ہیں کہ اسے ضعیف قرار دینے والے ائمہ، ترمذی وغیرہ پر مقدم ہیں۔ مگر درست یہ ہے کہ ترمذی جو ان سے متاخرین ہیں انہوں نے سارے اختلافات پر نظر رکھتے ہوئے اپنا

---

[۱] ص ۱۵-۱۴ [۲] الجوہر النقی للماردینی طبع حیدر آباد

فیصلہ دیا ہے کہ ھذا حدیث حسن صحیح نیز یہ بات ملحوظ رہے کہ ضعیف قرار دینے والوں کی بنیادی حجت شذوذ ہی ہے۔

۴۔ مغیرہ کی روایت کی مؤید ثوبان کی روایت[1] ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (جنگ) میں شریک صحابہ کو بوجہ سردی فرمایا کہ وہ "عصائب" اور "تساخین" پر مسح کر لیں۔

امرھم ان یمسحوا علی العصائب والتساخین

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں[2]

"عصائب سے مراد تو عمامے ہیں اور تساخین کل ما یسخن بہ القدم من خف وجورب ونحو[3] کو کہتے ہیں یعنی ہر وہ شے جو پاؤں کو گرمی پہنچائے خف ہو یا جورب یا کوئی اور ایسی چیز۔

۵۔ مخالفین جواز کہتے ہیں کہ جورب کے مختلف اہل لغت نے مختلف معانی بیان کیے ہیں[4] اسے خف کا ہم معنی بھی کہا گیا ہے۔ خف پر پہننے والی ایک اور خف بھی اور اونی جراب بھی اب جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ صحابہ نے کسی قسم کی جرابوں پر مسح کیا تھا۔ ہم عام اونی اور سوتی جرابوں پر مسح کے جواز کو کیسے مان سکتے ہیں۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ جورب کے اصل معنی[5] تو صرف "لفافۃ الرجل" (پاؤں پر پہننے کی چیز) ہیں اور تساخین کے کل ما یسخن بہ القدم (پاؤں کو گرم رکھنے والی چیز) اور یہ بات علامہ شمس الحق غایۃ المقصود اور حافظ مبارک پوری دونوں کو تسلیم ہے جو عام جرابوں پر مسح کے جواز میں متامل ہیں[6]۔ وہ فرماتے ہیں:۔

اما تقییدھم بالجلد او الصوف او الشعر او غیر ذالک فعلی حسب مناعۃ بلادھم

---

[1] مسند احمد [2] نہایہ [3] ثم قال کل واحد لھا من لفظھا وقیل واحدھا تسخان و تسخین و تسخن [4] مختلف لغوی حوالوں کے لیے دیکھئے تحفۃ الاحوذی ج۱ مرعاۃ المفاتیح ج۱ باب المسح علی الخفین [5] دیکھئے قاموس اللغۃ للفیروز آبادی [6] تحفۃ الاحوذی ص۱۰۲

یعنی یہ جو بعض حضرات نے کہا ہے کہ جوربین لازماً چمڑے یا اون یا بالوں وغیرہ کی بنی ہوں یہ انہوں نے اپنے شہر میں بننے والی جرابوں کو سامنے رکھ کر کہا ہے ویسے "جوربین" پاؤں پر پہننے والی چیز کو کہتے ہیں۔

اس سے اس شبہ کا رد ہو گیا کہ صحابہ کرام سے جن جرابوں پر مسح کا جواز مروی ہے وہ نہ جانے کس چیز کی بنی ہوئی تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر مخالفین جوازِ مسح مذکورہ بالا دلائل دے کر جوربین کی حدیث کو یا تو ضعیف قرار دے کر نظر انداز کر دیں اور یا جوربین سے مراد خفین ہی لے لیں تو پھر ان کے پاس مجلد و منعل جوربین اور "جوربین ثخینین" یعنی موٹی جرابوں پر مسح کے جواز کے حق میں کیا دلیل ہوگی جب کہ حافظ عبدالرحمٰنؒ و عبید الرحمٰن مبارک پوری وغیرہ محققین اپنی ساری بحث کے بعد بالآخر موٹی جرابوں پر مسح کے جواز کا فتوٰے دے دیتے ہیں [1]

۶۔ جوربین پر جوازِ مسح میں ابوموسٰے اشعری کی روایت بھی موجود ہے [2] جسے مخالفین ضعیف بتاتے ہیں مگر علامہ قاسمی کی تحقیق کے مطابق یہ روایت کم از کم حسن لغیرہٖ ہے اور اس سے محولہ بالا روایات کی تائید ضرور ہوتی ہے [3]

۷۔ آثار و عمل صحابہ سے بھی عام اور پتلی جرابوں پر مسح کی تائید ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہیے جو حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں اپنے اور مجاہد و امام شافعیؒ کے خوبصورت الفاظ میں اس طرح پیش کی ہے:۔

کما ان الصحابة سادة الامة والمتہا وقادتہم فہم سادات المفتین والعلماء قال مجاهد العلماء اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ونقل عن الشافعی انه قال فی الصحابة هم فوقنا فی کل علم واجتهاد ورع

یعنی جس طرح صحابہ امت کے سردار، امام اور قائد ہیں اسی طرح وہ مفتیوں اور علماء کے بھی سردار ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اصل علماء تو اصحابِ محمدؐ ہی

---

[1] تحفۃ الاحوذی ص۱۰۳ [2] ابوداؤد [3] مسح الجورب ص۲۱

ہیں اور شافعی سے منقول ہے کہ صحابہ ہم سب سے علم، اجتہاد اور تقوے میں بلند ہیں (انتہٰی)

اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کا مذہب ثابت ہو جائے تو اس کی اتباع جائز ہے:-

ان تحقق ثبوت مذھبہ (ای الصحابۃ) جاز تقلیدہ اتفاقا [1]

حافظ ابن تیمیہ نے فتاوٰے میں اقوال صحابہ کی تین اقسام بیان کی ہیں:-

۱۔ اگر کوئی قول زمانہ صحابہ میں شائع ہوا اور اس کا انکار نہ کیا گیا تو وہ جمہور کے نزدیک حجت ہے۔

۲۔ اگر صحابہ میں علمی مسائل پر اختلاف وتنازع ثابت ہو اس کا فیصلہ بفحوائے "فردوہ الی اللہ والرسول" قرآن وحدیث کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور

۳۔ ان قال بعضھم قولا ولم یقل بعضھم بخلافہ ولم ینتشر فھذا فیہ نزاع وجمھور العلماء یحتجون بہ

اگر صحابہ میں سے کسی کا ایک قول ہو (اگرچہ وہ زمانہ صحابہ میں عام شائع نہیں ہوا) اور اس کا خلاف موجود نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے مگر جمہور علماء اس سے حجت پکڑتے ہیں۔

۸۔ ترمذی وسنن ابی داؤد [2] میں نو جلیل القدر صحابہ کو جرابوں پر مسح کا قائل بیان کیا ہے جن میں عمرؓ، ابن عباسؓ، علیؓ، انسؓ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔ شرح ترمذی لابن سید الناس میں ابن عمر، سعد بن ابی وقاص کے نام اور شرح الاقناع (حنبلی فقہ کی کتاب) میں بلال، عمار، اور ابن ابی اوفٰے کے نام زیادہ کیے ہیں۔ ان میں ثوبان، مغیرہ اور ابوموسےٰ اشعریؓ کے اسماء گرامی بھی شامل کر لیں (جو جوازِ مسح علی الجوربین کی احادیث کے راوی ہیں) تو سترہ جلیل القدر صحابہ سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔

۹۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں [3]:-

---

[1] بحوالہ حاشیہ زرکشی بر جمع الجوامع [2] باب المسح علی الجوربین [3] بحوالہ شرح المہذب

واحتج من اباحه وان كان رقيقا بحديث المغيرة ان النبى صلى الله عليه وسلم مسح على جوربيه ونعليه وعن ابى موسى مثله مرفوعاً

یعنی جرابوں پر۔۔۔۔۔ اگرچہ وہ پتلی ہوں۔۔۔۔ مسح کو جائز سمجھنے والوں کی دلیل (مندرجہ بالا صحابہ کے عمل کے علاوہ) مغیرہ اور ابو موسیٰ کی مرفوع روایتیں ہیں علاوہ ازیں حضرت علی و عمر سے بھی نوویؒ نے رقیق یعنی پتلی جرابوں پر مسح کا جواز نقل کیا ہے۔

۱۰۔ گویا عام جرابوں پر مسح کے حق میں صحیح یا حسن مرفوع روایات کے علاوہ آثارِ صحابہ بھی موجود ہیں اور اس کے خلاف میں کسی صحابی کا قول ثابت نہیں ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ حافظ ابن تیمیہؒ کے بیان کردہ اقسام اقوال صحابہ کی تیسری قسم میں آتا ہے۔ اور اس میں تو مرفوع روایات سے قطع نظر تیدرہ جلیل القدر صحابہ کا عمل بھی موجود ہے۔

۱۱۔ تابعینؒ میں سے سعیدؒ بن المسیب، عطاؒ، ابراہیم نخعیؒ، اعمش، سعید بن جبیر اور نافع وغیرہ مسح جوربین کے قائل ہیں۔ ائمہ متبوعین میں سے اکثر جراب کے یعنی موٹا اور گاڑھا ہونے اور آر پار نظر نہ آنے کی شرط تو لگاتے ہیں (ان یکون صفیقا لا یشف) مگر شافعیہ کا صحیح مسلک نوویؒ نے بیان کیا ہے:۔

الصحيح بل الصواب ما ذكره القاضى ابو الطيب والقفال انه ان امكن متابعة المشى جاز كيف كان والا فلا

یعنی اگر جرابوں کو پہن کر چلنا ممکن ہو تو خواہ وہ کیسی ہوں ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۲۔ اس شبہ کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ ممکن ہے جن جرابوں پر یہ صحابہ و تابعین مسح فرماتے تھے وہ مجلد یا منعل ہوں۔ اگر یہ جرابیں منعول ہوتیں تو حدیث مغیرہ میں

لہ بحوالہ محلی ابن حزم ص

مسح علی الجوربین والنعلین" کے الفاظ کے ساتھ نعلین و جوربین کو الگ الگ عطف کے ساتھ بیان نہ کیا جاتا۔ شرح الاقناع میں ہے :-

وحدیث المغیرة مسح صلی اللہ علیہ وسلم علی الجوربین والنعلین یدل علی انھما کانا غیر منعولین لانہ لو کانا کذلک لم یذکر النعلین لانہ لا یقال مسح علی الخف ونعلہ

۱۳۔ جن روایات میں جرابوں پر مسح کا ذکر ہے وہ کسی قید یا شرط سے مقید و مشروط نہیں ہے اور اصول یہ ہے کہ

النصوص تحمل علی عمومھا الی ورود مخصص علی اطلاقھا حتی یاتی ما یقیدھا

یعنی نصوص میں جب تک کوئی تخصص نہ ہو عمومیت ہوتی ہے اور وہ جب تک مقید نہ ہوں مطلق ہوتے ہیں۔

روایات و آثار مرویہ میں ثخانت (موٹائی) یا منعول و مجلد ہونے کی کوئی قید اور شرط نہیں

۱۴۔ مخالفین جوازِ مسح کے حق میں قیاس صحیح کے بھی قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ خفین پر مسح کے جواز کی علت منصوص نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ہم اس کی کوئی علت سمجھ کر جرابوں کو اس پر قیاس کریں اور اصل علت کوئی اور ہو۔ ایسے دلائل "تقوے" اور احتیاط کے ضمن میں تو آجاتے ہیں مگر فتوے کے ضمن میں نہیں۔ قیاس شرعی کا مدار اگر علتِ منصوصہ ہی کو بنایا جائے تو قیاس اجتہاد کا دروازہ عملاً بند ہو جائے گا۔ مسح خفین کے جواز کی علت تو واضح ہے جیسا کہ کاسانیؒ نے البدائع الصنائع میں بیان کیا:-

الجواز فی الخف لرفع الحرج لما یلحقہ من المشقة بالنزع وھذا المعنی موجود فی الجورب

یعنی چرمی موزہ پر مسح رفع حرج اور اتارنے کی مشقت (سردی وغیرہ) سے

۱؎ مثلاً دیکھئے فتاویٰ نذیریہ ۱: ۳۲۳ میں حافظ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کی بحث

بچانے کے لیے جائز کیا گیا ہے اور یہی (حرج ومشقت) جراب میں بھی ہو سکتی ہے۔
حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

فی السنن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی جوربیہ ونعلیہ وھذا الحدیث اذا لم یثبت فالقیاس یقتضی ذالک فان الفرق بین الجوربین والنعلین انما ھو کون ھذا من صوف وھذا من جلود ومعلوم ان مثل ھذا الفرق غیر موثر فی الشریعۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا اور اگر یہ حدیث ثابت نہ بھی ہو تب بھی قیاس (جرابوں پر مسح کے جواز کا) مقتضی ہے۔ کیوں کہ جراب اور چرمی موزہ میں فرق تو یہی ہے کہ جراب اون (وغیرہ) کی اور موزہ چمڑے کا ہوتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ایسا فرق شریعت میں غیر مؤثر ہوتا ہے۔

۱۵- حافظ ابن حزم کے الفاظ میں خلاصہ یہ کہ :-

اشتراط التجلید لا معنی لہٗ لانہ لم یات بہ قرآن ولا سنۃ ولا قیاس ولا قول صاحب والمنع من المسح علی الجوربین خطا لانہ خلاف السنۃ الثابتۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلاف الآثار

یعنی جرابوں پر مسح کے سلسلہ میں ان کے مجلد (وغیرہ) ہونے کی شرط بے معنی ہے کیوں کہ اس کی قرآن، سنت، قیاس صحیح یا اقوال صحابہ میں کوئی دلیل نہیں۔ اور جرابوں پر مسح سے روکنا غلط ہے کیونکہ یہ (روکنا) خلافِ سنت اور خلافِ آثارِ صحابہؓ ہے۔